[illegible] بقولہ والذین آمنوا الذین یقیمون [illegible] و یؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون [illegible]

الحمد للہ

کہ

رسالہ مبارکہ و ذخیرہ تحقیقات عالیہ

الولی

مصنفہ

جناب فیض مآب عمدۃ العلماء زبدۃ المحققین سیدۃ الفضلاء رئیس المتکلمین مولانا الحکیم سید فرمان علی صاحب قبلہ ممتاز الافاضل مدرس اول

مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ اعلی اللہ مقامہ

جس میں اس مشہور مناظرہ کی مفصل کیفیت درج ہے جو خلافت بلا فصل حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق مشہور مناظر و عالم اہلسنت جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر

(اور مولانا سے [illegible] میں مدت دراز تک ہوتا رہا)

باہتمام

دائرۃ تحقیق کھجوا ضلع سارن (صوبہ بہار)

مطبع اصلاح کھجوا میں چھپ کر شائع ہوا

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ الطاہرین
علماء مذہب حق کثرھم اللہ فی البریۃ ابتداء سے اپنے فرائض ارشاد و ہدایت و تعلیم
و ترویج دین حق میں مشغول رہتے آئے ہیں اور کبھی اختلاف و افتراق اور فتنہ و فساد کو پسند
نہیں کیا۔ لیکن جب انکے مذہب پر کسی کا اعتراض ہوا تو احقاق حق کرنے کے لئے اس کی رد
لکھنی بھی ضروری سمجھی۔ ہاں اپنی طرف سے چھیڑنا یا کسی مذہب پر اعتراض کرنا کبھی گوارا نہیں کیا
چنانچہ انکی جلیل القدر مصنفات اس دعوی کی شاہد ہیں۔ یہاں صرف ہندوستان کی حکایت
بطور اختصار درج کیجاتی ہے۔ اس ملک میں سلاطین مغلیہ کے وجود سے کئی سو برس پہلے سے
نور ایمان پھیلا ہوا تھا۔ اسطرح کہ بابر کی سلطنت ۹۳۲ ہجری سے شروع ہوئی اور اس کے قبل ایران کے
مشہور مقدس نامور عالم جناب مولانا شاہ طاہر قمی علیہ الرحمہ ہندوستان تشریف لاچکے تھے اور آپ کی وجہ
سے مذہب حق کی اچھی ترقی ہورہی تھی جسکی تفصیل یہ ہے کہ "برہان نظام شاہ والی ریاست احمد نگر
دکن" کا جس نے ۹۱۴ھ سے ۹۶۱ھ تک بادشاہت کی بہت پیارا بیٹا شاہزادہ عبدالقادر
تپ محرقہ میں گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے تمام حکیموں کے علاج کر ڈالے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر مجبور ہو
کے تبخانوں میں صدقات بھجوائے۔ ہندو مسلمان سب سے دعا کرائی۔ لیکن اب بھی کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔
اسوقت جناب مولانا شاہ طاہر علیہ الرحمہ جو ایران سے آئے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں بحالت
تقیہ بسر کرتے تھے۔ بادشاہ سے عرض کی کہ حضور شاہزادے سلمہ الصمد و عافاہ کی شفا کے بارے میں

بندہ نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے اصرار کیا تو جناب
مولانا شاہ طاہر علیہ الرحمہ نے جرأت کرکے کہا کہ بادشاہ سلامت عہد کریں اور نذر مانیں کہ اگر شاہزادے
صاحب کو آج کی رات میں خدا کے فضل سے شفا ہوجائے تو نذر خطیر حضرات ائمہ معصومین کی اولاد یعنی
سادات کی خدمت میں پیش کریں گے۔ برہان نظام شاہ نے کہا ائمہ معصومین یعنی دوازدہ امام
کون ہیں۔ جناب مولانا شاہ طاہرؒ نے بارہ اماموں کے نام مع ولدیت حضرت علیؑ سے امام مہدی
علیہ السلام تک بتادیئے۔ برہان نظام شاہ نے کہا کہ جب میں تبخانوں میں نذریں گزران
چکا تو کیا حضرت علی مرتضیٰ اور بی بی فاطمہؑ کے فرزندوں کے نام پر نذر بجا نہیں لاؤں گا۔ جناب
مولانا نے کہا بس تو آج شب جمعہ ہے۔ بادشاہ سلامت نذر کریں کہ اگر جناب باری حضرت پیغمبر
آخر الزمان اور دوازدہ امام علیہم السلام کے قرب و منزلت کی برکت سے آج شب کو شاہزادہ
عبدالقادر کو شفا عطا فرمائے تو ائمہ اثنا عشر کا خطبہ پڑھوا کر ان کے مذہب کی ترویج میں کوشش
کریں گے۔ برہان نظام شاہ جسکو اب اپنے چہیتے بیٹے کی صحت کی بالکل امید باقی نہیں تھی اور
اسکی شفا سے قطعاً مایوس ہوچکا تھا جناب شاہ طاہر علیہ الرحمہ کی تجویز سنکر نہایت خوش ہوا اور
اسی وقت جناب شاہ طاہر علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عہد و پیمان بجا لایا۔ اسکے بعد
شاہزادے کی تیمارداری میں مشغول ہوا مگر اسکا مرض بڑھتا ہی گیا۔ دن کسی طرح گزرا۔
رات کے وقت بادشاہ کو ایسا کرب تھا کہ شاہزادے کے پلنگ کی پٹی سے لگا بیٹھا
رہا۔ ہر چند شاہزادے کو لحاف اڑھانے کی کوشش کیجاتی تھی مگر وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں
مار کر لحاف کو پھینک دیتا تھا۔ بادشاہ نے شاہزادے کی زندگی سے بالکل مایوس ہوکر حکم
دیا کہ اب شاہزادے کو لحاف نہ اڑھایا جائے اور کہا بیچارہ اسی رات کا مہمان معلوم ہوتا ہے
ایک ساعت اور اسے دنیا کی ہوا سے خوشحال ہونے دو۔ اور خود اسی طرح پٹی سے لگا بیٹھا
رہا۔ صبح ہوتے ہی پٹی پر سر رکھکر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگوار نورانی صورت
اسکے سامنے آئے اور انکے داہنے بائیں بارہ شخص اور بھی ہیں۔ برہان نظام شاہ استقبال
کرکے مودب کھڑا ہوگیا تو ان حضرات سے ایک صاحب نے فرمایا کہ تو ان بزرگوار کو جانتا ہے کہ کون

ہیں۔ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں اور یہ بزرگوار جو انکے داہنے بائیں ہیں دوازدہ امام علیہم السلام
ہیں اسی درمیان میں حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا اے برہان! حق سبحانہ وتعالیٰ نے علی
اور انکے فرزندوں کی برکت سے (شاہزادے) عبدالقادر کو شفا بخشی۔ مجھے لازم ہے کہ
میرے فرزند طاہر کے کہنے سے تجاوز نہ کرے"۔ بادشاہ برہان نظام شاہ اس خواب سے خوش
حال بیدار ہوا۔ دیکھا کہ شاہزادے عبدالقادر پر لحاف پڑا ہوا ہے اور سب کی دایہ اور والدہ سے
جو برابر جاگتی رہی تھیں معلوم ہوا کہ کسی نے اس لحاف کو نہیں اُڑھایا ہے بلکہ اسی وقت خود بخود
حرکت کر شاہزادے پر جا پڑا ہے۔ بادشاہ نے ہاتھ ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عبدالقادر
خواب راحت میں سوتا ہے اور بالکل اچھا ہو گیا ہے۔ اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اپنے
وعدہ کو پورا کیا۔ مذہب شیعہ اختیار کیا اور خطبہ میں نام دوازدہ امام علیہم السلام کا جاری کر دیا
صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ مورخین توران و ایران کا اتفاق ہے کہ غازان خان نے
مسلمان ہونے کے بعد دو مرتبہ حضرت رسالت پناہ کو خواب میں دیکھا اور ہر مرتبہ حضرت
امیر المومنین یعسوب الدین علی ابن ابیطالب حضرت کے ہمراہ تھے۔ حضرت خاتم الانبیاء نے
بعد تعریف عترت طاہرہ کے فرمایا کہ تجھے لازم ہے کہ تو میرے اہلبیت کی نسبت طریق سلوک
جاری رکھے اور انکی پیروی کرے۔ سادات کو گرامی رکھے۔ اسی سبب سے غازان خان نے
اہلبیت کی محبت اپنے صفحۂ دل پر نقش کی اور سادات کربلا و نجف کو گرامی رکھا شیعہ مذہب ہوا
و مقرب درگاہ کر کے مناسب عہدوں پر مقرر کیا۔ اب صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ میں حیرت
میں ہوں کہ اگر مذہب امامیہ حق ہے تو دوسرے مذہبوں کا انجام کیا ہوگا۔ اور اگر دوسرا مذہب
حق ہے تو مذہب امامیہ کے رواج میں یہ سفارش کیا معنے رکھتی ہے۔ اللھم افتح بیننا
و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ انتہی ملخصاً (تاریخ اسلام مطبوعہ دہلی
جلد اول ص ۴۹)

یہ واقعہ تاریخ اسلام سے نقل کیا گیا ہے۔ پوری تفصیل تاریخ فرشتہ میں ہے جو ہندوستان
کی سب سے زیادہ مفصل و معتبر تاریخ ہے۔ اس کا مصنف فرشتہ حضرات اہلسنت کا ایک

بہت مشہور اور معتمد علیہ عالم تھا۔ مگر چونکہ اصل تاریخ فرشتہ فارسی زبان میں ہے اور اس کی
عبارت بہت طویل ہے۔ اس وجہ سے اس کا نقل کرنا ضروری نہیں معلوم ہوا۔ یہ واقعہ اس قدر
مشہور اور یقینی ہے کہ کسی شخص کو اسکے متعلق شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس خواب کے بہت
مدت بعد جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہوئے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو
تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "کیفیت خواب برہان شاہ و دعوت طاہر قمی بمذہب شیعہ"
یعنی برہان شاہ کے خواب اور طاہر قمی کے مذہب شیعہ کی طرف دعوت دینے کی کیفیت
(فتاوی عزیزی مطبوعہ دہلی ص ۲۳۱)۔ پھر اسی کتاب میں ہے "سوال حکایت طاہر قمی
با برہان شاہ کہ دعوت بمذہب امامیہ نمودہ بود و شفائے پسر او را معلق باختیار مذہب ائمہ
اثنا عشر ساختہ باز دیدن برہان شاہ جناب رسالت مآب را و فرمودن آں جناب کہ
فرزند تو شفا یافت و بگفتہ طاہر عمل کن از تاریخ فرشتہ منقول فرمودہ بودند یعنی طاہر قمی
کی حکایت برہان شاہ کے ساتھ کہ انھوں نے اس بادشاہ کو مذہب امامیہ کی دعوت دی تھی
اور اسکے پسر کے شفا کو اس پر معلق کیا تھا کہ مذہب ائمہ اثنا عشر کو قبول کرے جسکے بعد برہان
شاہ نے جناب رسالت مآب کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت نے برہان شاہ سے فرمایا کہ تیرا
فرزند اچھا ہو گیا اب طاہر کے کہنے پر عمل کر۔ حضور نے تاریخ فرشتہ سے نقل فرمایا تھا (فتاوے
عزیزی جلد اول ص ۲۳) اسکے سمجھانے اور مذہب اہلسنت کے بچانے کے لئے شاہ صاحب
نے بہت ہاتھ پاؤں مارا ہے۔ مگر سب بیکار۔ اسکے شروع میں لکھا ہے "جواب اول برہان
من ایں سوال و اشکال چند بار پیش فقیر آمدہ و در جواب آں تحریرات چند واقع شدہ کہ
ایں وقت در حافظہ فقیر است و نہ منقول پیش فقیر ماندہ۔ یعنی یہ سوال اور اعتراض چند
مرتبہ میرے پاس آیا اور اسکے جواب میں کئی تحریریں ہوئیں مگر اس وقت وہ نہ میرے حافظہ
میں ہیں نہ انکی نقل موجود ہے (ص ۱۶۲) غرض جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اس واقعہ
سے انکار نہیں کیا بلکہ اس کو تسلیم کرکے اپنی کتاب میں درج فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ
جناب شاہ طاہر علیہ الرحمہ نے صرف اپنے مذہب کی حقیقت کا جلوہ اس بادشاہ کو دکھایا کہ جس سبب

پر اعتراض نہیں کیا کسی کی رد میں کوئی تصنیف نہیں لکھی۔ کسی مذہب پر طعن اور اعتراضات کو پسند نہیں فرمایا۔ ہاں جب کسی نے علمائے شیعہ کو مجبور کیا تو وہ اس سے عاجز بھی نہیں ہے چنانچہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے شیعوں کی ترقی دیکھکر خود ہی کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں "صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے" غرض تحریر اس رسالہ اور تسوید اس مقالہ سے یہ کہ ہمارے زمانہ اور شہروں میں بالفعل مذہب شیعہ یہاں تک مروج ہو گیا اور پھیل گیا ہے کہ بہت کم گھر ہونگے جنمیں دو ایک آدمی شیعہ مذہب ہو گئے ہوں اور اس عقیدہ کی طرف راغب ہوں" (ہدیہ مجیدیہ اردو ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ صـ۳) جس سے ثابت ہوا کہ شاہ صاحب نے شیعوں کی کسی کتاب کے جواب میں یہ کتاب نہیں لکھی بلکہ شیعوں کی ترقی دیکھکر خود ہی بطور حملہ اس کتاب کو لکھا۔ الحمد للہ کہ اس کتاب کے بکثرت جواب لکھے گئے اور ہزاروں اوراق کے علمی و دینی تحقیقات انکی وجہ سے جمع ہو گئیں۔ اسی طرح جناب مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے کتاب منتہی الکلام لکھی تو اسکے جواب میں کتاب مستطاب استقصاء الافحام لکھی گئی۔ جناب قاضی احتشام الدین صاحب مرادآبادی نے نصیحۃ الشیعہ لکھی تو اسکے جواب میں انتصار الشیعہ اور روشنی لکھی گئی جناب نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں صاحب نے آیات بینات لکھی تو اس کا جواب بھی معجزات و آیات محکمات میں دیا گیا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے ناول سکینۃ بنت الحسین لکھا تو اسکے جواب میں جواب شرر شایع کیا گیا۔ مولوی عبدالشکور صاحب نے اخبار النجم لکھنؤ سے نکالا تو مجبوراً اس کے جواب میں کھجوا سے رسالہ الشمس جاری کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں جناب مولوی حاجی ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر بھی خود پنجاب و صوبہ متحدہ کا سفر طے کر کے صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے مشہور مدرسہ سلیمانیہ میں پہونچکر جناب عالم جلیل و محقق نبیل مولانا حکیم سید فرمان علی صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ سے زبانی مناظرہ کیا۔ پھر دونوں صاحبوں میں تحریری مناظرہ ہونے لگا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث میں اعتراض کرتے اور جناب مولانا مرحوم رسالہ اصلاح کھجوا سے اس کا جواب دیتے تھے۔

جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۷ ہجری سے ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ ہجری تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد کو مولانا مرحوم نے خود ارادہ کیا تھا کہ ان تحریروں کو کتابی صورت میں شایع کر دیں تاکہ سب ایک جگہ رہیں چنانچہ اپنے مترجم قرآن مجید میں اپنے اس رسالہ کا حوالہ بھی بعض جگہ دیا ہے۔ مگر ازراہ افسوس موت نے مہلت نہ دی اور آپ نے جلدی انتقال کیا جس سے شیعی دنیا کو نقصان عظیم اٹھانا پڑا۔

چونکہ یہ کل مضامین علمی اور دینی تحقیقات میں اپنی آپ نظیر بلکہ قیمتی ذخیرہ ہیں اس وجہ سے اب دائرہ تحقیق کھجوا ان سب کو شایع کرتا اور اس کا نام مثل سابق الاولیٰ رکھکر مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

مختصر حالات مصنف مرحوم

جناب مولانا حکیم سید فرمان علی صاحب مرحوم موضع چندن پٹی ضلع دربھنگہ (صوبہ بہار) کے باشندے تھے ابتدائی کتابیں اپنے اطراف میں پڑھکر لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں کئی سال تک باقاعدہ اور خاص انہماک سے مشغول تحصیل علم رہے۔ آپ کو علم کی اشاعت کا اس قدر شوق اور تحصیل علم دین کرنے والوں کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اپنے زمانہ طالب العلمی میں بمقام لکھنؤ بھی چھوٹے لڑکوں کی خدمات انکی ماؤں کی طرح انجام دیتے اور پھر انکو کامل توجہ سے پڑھایا کرتے۔ جناب حجۃ الاسلام مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ و جناب حجۃ الاسلام مولانا السید ظہور حسین صاحب قبلہ دام ظلہما و جناب حجۃ الاسلام مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ سے بہت دنوں تک تکمیل علوم و معارف کرکے اور مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ کی آخری سند ممتاز الافاضل سے مشرف ہو کر اپنے وطن تشریف لائے جس کے قریب مظفرپور میں مطب شروع کیا۔ یہاں بھی آپکا سلسلہ تعلیم و تدریس جاری رہا بہت سے اہلسنت علماء بھی آپ سے علوم دینیہ اور علم طب حاصل کرتے رہے اور جس نے پڑھا اسکے دل پر آپکا سکہ بیٹھ گیا۔ پھر پٹنہ کا مشہور مدرسہ سلیمانیہ قائم ہوا تو

آپ اسکے مدرس اعلےٰ مقرر کیے گئے جس کو آپ نے اپنی خداداد قابلیت اور غیر معمولی مساعی جمیلہ سے کالج کے درجہ تک پہونچا دیا۔ تمام اطراف کے طلبہ اس طرف کھنچنے لگے۔ غرض مدرسہ کو آپ کے زمانہ میں نہایت ترقی ہوئی۔ اسی زمانہ میں آپکی کوششوں سے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا اجلاس بھی پٹنہ میں ہوا تعلیم دینیات میں آپنے مفید رسالوں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ چنانچہ دینیات کی پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ اور عربی کی الصرف۔ النحو۔ اب تک رائج ہیں۔ قرآن مجید کا نہایت سلیس اردو ترجمہ بھی لکھا جو کئی مرتبہ چھپ چکا۔ زبانی مناظرہ بھی کئی دفعہ کیا ان میں ایک وہ جو جناب شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث امرتسر سے پٹنہ میں ہوا۔ دوسرا وہ جسکے لئے آپ باقاعدہ پنجاب میں طلب کئے گئے زیادہ مشہور اور بڑے عظیم الشان ہوئے۔ اور دونوں میں آپ کو اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ سے قوم کی بکثرت دینی۔ علمی اور قومی امیدیں وابستہ تھیں مگر افسوس اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ آپ نے ۱۴ رجب ۱۳۴۴ھ کو انتقال کیا جس سے وہ سب تمنائیں زیر زمین دفن ہوگئیں۔ مرحوم نے صرف چھ ماہ میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ جس طرح آپ نے علم اچھا پایا تھا عمل میں بھی بہت عالی ہمت اور جفاکش تھے۔ مدرسہ کے علاوہ جو وقت ملتا وہ بھی تعلیم۔ تصنیف و تالیف اور اشاعت دین میں صرف کرتے تھے۔ طلبہ کو تو اپنی خاص اولاد سمجھتے۔ اپنا مال کثیر ہر ماہ انکی ذات میں صرف کر دیتے اور اپنی ظاہری عزت کی ذرہ برابر پروا نہ کرکے بے تکلف خوشحال مومنین سے بھی انکا انتظام کر دیتے۔ ایسے باعمل علماء سے زمانہ خالی ہوتا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت غالباً سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ آپکے انتقال کی تاریخ جناب صفی لکھنوی کے اس شعر سے نکلتی ہے۔

سال ہم نے جب کہ پوچھی تو یہ نکلی تاریخ + ایک الحمد کو ہے حافظ قرآں محتاج

اس سے ام نکال دیجئے تو ۱۹۲۶ء سال وفات نکلتا ہے۔ جناب مرحوم نے اپنی مفصل سوانح عمری بھی لکھی تھی۔ اگر جناب مرحوم کے اعزہ اس کا مسودہ تلاش کرکے عنایت کریں تو وہ زیادہ تحقیقی سلسلے میں شائع کر دی جائے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی راستبازی

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا

سفر کی بائیسویں تاریخ ہے اور ظہر کا وقت ہے اور میں دریا کنارے گنگا اور بلغ جہاز اسٹیشن پر اپنے ایک خاص عزیز کو جو حج سے واپس آئے تھے رخصت کرنے کی غرض سے گیا ہوں وہاں سے پلٹتا ہوں اور سات بجنے کے بعد مدرسہ کے احاطہ میں پہونچتا ہوں اور یہ خبر معلوم ہوتی ہے کہ نواب صاحب بھی کلکتہ اور باغ پٹنہ تشریف لائے ہیں اور انکے علاوہ چند حضرات اور بھی آئے ہوئے ہیں یہ سنکر میں اپنے قیام گاہ پر آتا ہوں اور اپنے معزز دوست مولانا سید حسن رضا صاحب کو جو ایک روز قبل سے تشریف رکھتے ہیں اور نواب صاحب موصوف اور اپنے خاص دوست سید محمد اسحاق صاحب اور پانچ اجنبی آدمیوں کو اپنے کمرے میں موجود پاتا ہوں۔ میں بیٹھتا ہوں اور بیٹھتے ہی مذہبی چھیڑ چھاڑ شروع ہوجاتی ہے (جس کو میں آئندہ عرض کروں گا) مجھے اس تحریر سے نہ بحث کرنی منظور ہے نہ جھگڑا بلکہ صرف اتنا دکھلا دینا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث اس واقعہ کے بیان کرنے میں کتنے سچے ہیں اور اسکی تصدیق انکے ساتھی حضرات سے بھی چاہتا ہوں اور اسکے بعد موقع موقع پر ایک آیت کی تلاوت کرتا جاؤں گا۔

یہ واقعہ جس دن کا ہے اسی دن میرے احباب نے مجھ سے اصرار کیا تھا کہ تم اس واقعہ کو من و عن لکھکر شائع کر دو مگر میں نے عمداً اس سے پہلو تہی کی تھی اور اس کو معمولی بات ناقابل اعتنا سمجھکر نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ یہ نہ سمجھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ثناء اللہ حق سے کنارہ کشی میں مشتاق ہیں کہ دو دو ورق کے واقعہ کو کوئی کہیں بنا دینگے جس سے مجھے اسکا بھی یقین ہوگیا کہ ان کے پیچھے لوگوں نے اگر خم غدیر کے واقعہ کو وہ ڈھائی مہینے کے اندر ہی اندر بھلا دیا اور اس کو چھوڑ دیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ تو ان حضرات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

آج تیرہویں ربیع الاول دو شنبہ کو اہلحدیث کا پرچہ نظر پڑا جسمیں میر اسغر کی سرخی سے عظیم آباد
پٹنہ کی جہالت لکھتے ہیں جو اس واقعہ کو تحریر فرماتے ہیں۔ مجھے صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کی
راستگوئی دکھانا ہے اور یہ بھی دکھلانا ہے کہ یہ لوگ خوامخواہ کی چھیڑ کیونکر نکالتے ہیں۔
میں اون حضرات اہل تشیع سے بھی انکے اقوال کا داد طلب ہوں جو بیدھڑک فرمایا کرتے
ہیں کہ اصلاح و شیعہ خواہ مخواہ کی چھیڑ نکالتے ہیں جس سے جھگڑوں کی ابتدا ہوتی ہے حالانکہ انکی
خبر نہیں کہ شیعہ کبھی اپنی طرف سے ابتدا نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ ان حضرات اہلسنت کے
اعتراضات اور یاوہ سرائیوں کا جواب دیتے ہیں شیعوں کی طرف سے نہ کبھی جھگڑے کی
ابتدا ہوتی ہے نہ ہوگی مگر بات تو یہ ہے کہ شیر ہزار کچھ دکھاوے کہ رستے کو جو شیعہ سے
رستے ٹھنڈے چلے مگر تو بچھو اور بیچنے والے جاوے اور خبر چھیڑ کے نہیں مانتے اور پھر شیر کو
کچھ نہ کچھ چشم نمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو شوق ہے تو بسم اللہ میدان حاضر ہے میں تقریراً یا تحریراً
جسطرح چاہیں مناظرہ کرلیں اور میں اسی آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ سے خلافت بلا فصل علی ابن
ابیطالب کو ثابت کر دونگا اور اُس وقت میں بتا دونگا کہ جس طرح اُس دن شب کو میدان ہمارے
ہاتھ رہا اور مولوی صاحب وقت کی تنگی آڑ اور تشنگی کا گرم پانی پینے پر بھی عذر انکے بھاگتے
نظر آئے اور ایسے محترم بزرگ مولوی سید حسن صاحب جو اُن سے مولوی فاضل کے
امتحان میں بدرجہا افضل و اعلی تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا نمبر جو دیوال تھا اور انکا
پانچواں اپنے کھسیانے پن میں نو آموز کہتے تھے ع پای عقل و دانش باید گریست
اور میں ہر چند روکتا رہا کہ مولوی صاحب بھی تشریف رکھئے ابھی تو آپ باتیں ہی کیا ہو
مگر مولوی صاحب نے ہو ہو کر اتنے ہی دیر کی تقریر میں سمجھ لیا تھا کہ یہ زم چارہ نہیں ہے نہ مانا اور
چلتے پھرتے نظر آئے اسکے بعد اپنی جہالت مٹانے کے واسطے آپ نے اپنے اخبار
میں یوں گہر فشانی کی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ مشتے کہ بعد از
جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد ع اب پچھتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

پہلے میں مولوی صاحب کے جملوں کو نقل کر کے اون کی راستبازی اور صدق بیانی کی
داد دیتا ہوں اور اسکے بعد جو تقریریں فی الحقیقت ہوئی تھیں عرض کر دونگا مگر اتنا سمجھے
اتنا بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب کو میرے پاس تشریف لانے کا آغاز کیا
ہوا۔ اسکی وجہ بیان کرنیسے غرض ناظرین کو اس تقریر کا زیادہ لطف آئیگا وہ یہ ہے کہ مولوی
عبد الہادی صاحب جو غالباً سونبہاری کے مدرسے کے مدرس ہیں ایک مرتبہ اوس اسٹیمر پہ جو پٹنہ
شہر سے کلیر گھاٹ جاتا ہے اور میں بقصد مظفرپور اتفاقاً اوسپر سوار تھا اور مجھ سے ایک دوسرے
شخص سے تبرا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ نے بڑے معقولات کرتے ہوئے دخل دیا اور
مجھ سے باتیں ہونے لگیں اور اس تقریر میں بجائے خرسندہ ہونے کے مجھ سے میرا نام و پتہ
وغیرہ پوچھ لیا تھا اب اتنے عرصہ کے بعد جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنے خیال میں ایک
بڑا آدمی سمجھے تھا اپنی جہالت مٹانے کے واسطے اپنا پشت پناہ بنا کر لے آئے مگر افسوس یہ
پشت پناہ بھی کام نہ آئے اب اونکے جملوں کا اور اونکی صدق بیانی کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔
طبیعت کو شوق ہوا کہ پٹنہ کے مشہور مدرسہ سلیمانیہ چلکر شیعہ علماء سے ملیں۔ شوق دوق
تو نہیں ہوا مولوی عبد الہادی صاحب آپکو ابھار کر اپنی جہالت مٹانے کے واسطے لائے تھے۔
مگر افسوس یہ تمنا بر نہ آئی۔

سوچئے

چنانچہ ہمراہی مولوی عبد السلام صاحب و عبد الہادی صاحب بعد مغرب مدرسہ میں پہونچے
سبحان اللہ جب کل کہ واقعہ کی نسبت یہ حافظہ کا حال ہے تو تیرہ سو برس کے واقعات میں معلوم
نہیں کیا کیا کرتے ہونگے۔ ابھی حضرت آپکے ساتھ چار بزرگ تھے اب یاد آیا ہے جب
مدرسہ کے مدرس اعلی مولوی فرمان علی صاحب (فرمان علی) کے پاس مولوی سبط حسن صاحب
موجود تھے۔ کیا کہنا ہے اس راست گوئی کے صدقے۔ اگر کہئے تو ایک آیت پڑھ دوں
جواب سمجھ گئے ہونگے مگر اس وقت کہاں موجود تھا اوس وقت تو صرف نواب صاحب
اور مولوی سبط حسن صاحب اور سید محمود رضا صاحب وہاں موجود تھے۔
معمولی مزاج پرسی کے بعد میں نے گفتگو شروع کر دی۔ یہ بھی غلط محض مزاج پرسی

مولوی فرمان علی صاحب نے جواب میں قرآن مجید کو مدار کار مانا اور آیہ انما ولیکم اللہ پڑھی۔ اسمیں بھی آپ کچھ نہ کچھ جھوٹ بول ہی گئے یعنی ہرگز مدار کار نہیں مانا تھا۔ ہاں اگر کہئے تو صحیح ہے کہ میں نے آپکے قول کو تسلیم کر لیا تھا اور کوئی نقض وارد نہیں کیا تھا اور آپ ہی کے قول کی بنا پر اثبات خلافت میں یہ آیت پیش کی تھی۔

اور آپ کی فرمائش سے وجہ استدلال اور شان نزول بھی بیان کر دیا تھا۔

فرمایا گر اسمیں ذکر ہے کہ جو لوگ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں وہ تمہارے ولی ہیں یہ کہاں لکھا ہے میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔ میں نے جو وجہ استدلال اور شان نزول بیان کیا تھا اور جس عنوان کا ترجمہ کیا تھا ان سب کو آپ کھا گئے اور صرف ایک جملہ اپنی طرف سے گڑھ کر لکھ مارا۔

شیعہ سنی دونوں کا اسپر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے انگوٹھی سائل کو دی تھی میں نے کہا سنیوں کا نام تو نہ لیجئے وہ تو اس روایت کو موضوع (جھوٹی) بتلاتے ہیں دیکھئے آپ بھی کس قدر سچے ہیں کوئی جملہ بھی پورا پورا سچ نہیں ہوتے۔ میں نے تو صرف علامہ ابن تیمیہ کا نام لیا تھا کہ وہ اس روایت کو موضوع بتلاتے ہیں اور آج آپ فرماتے ہیں کہ سنیوں کا تو نام لیجئے جس طرح آپ اس نقل میں سچے ہیں اسی طرح آپ اپنے قول میں بھی سچے ہیں۔

اگر آپ میدان مناظرہ میں تشریف لائیے گا تو میں بتادونگا کتنے سنی اس کے قائل ہیں ملاحظہ ہو منہاج السنۃ۔ یہ آپ اب فرماتے ہیں جس کے جواب میں عرض کروں گا کہ بلکہ خود بدولت اوس وقت تو آپنے اس کا نام ایک حرف بھی اپنی زبان پر جاری نہ کیا تھا۔

اسپر بھی اگر نہ مانئے تو میں پھر وہی آیت پڑھوں گا۔

علاوہ اس کے آیت جملہ اسمیہ ہے جو وقت نزول سے استمرار ثبات پر دلالت کرتا ہے۔ پس آیۃ کے معنی حسب قول شیعہ یہ ہیں کہ جو وقت نزول آیت حضرت علیؑ خلیفہ تھے حالانکہ اوس وقت جناب رسولؐ زندہ تھے اور خلافت کے مفہوم میں بعدیت یا خود ملحوظ ہے جملہ اسمیہ والا جملہ تو آپنے بیشک فرمایا تھا اور شاید آپ عمر بھر میں یہی ایک سچ بولے۔

وغیرہ کیسی۔ صاحب سلامت تو البتہ ضرور ہوئی تھی۔ اور کچھ بھی نہیں۔

شیعہ سنی میں مشترک ماہیت اور متفق علیہ کتاب قرآن مجید ہے۔ ہاں جناب تو سچ کہا آپ نے، واقعی اپنی تقریر میں شیعہ سنی کی مشترک ماہیت قرآن مجید کو قرار دیا تھا اور اب بھی آپ اسی پر اڑے ہوئے ہیں شیعہ سنی کے مصداق خواہ اشخاص ہوں یا مذہب مگر قرآن مجید ان دونوں میں سے کسی کی ماہیت مشترکہ نہیں ہو سکتی یہ آپکی نئی منطق ہے جس پر آپکے ساتھی مولوی صاحبان نے آپکی منطقیت پر کمال حیرانی اور سرور ظاہر کیا تھا۔ اور آپکو اہلحدیث کو کیا معقولی مانا تھا۔ اب ہم بھی آپکی منطقیت پر صاد کرتے ہیں آپنے اتنی چالاکی تو ضرور کی ہے کہ اوس وقت شیعہ سنی کی مشترک ماہیت فرمایا تھا اور اب شیعہ سنی میں مشترک ماہیت فرماتے ہیں مگر یہ چالاکی کچھ کام نہ آئیگی۔

بردایں دام بر مرغ دگر نہ — کہ عنقا را بلند است آشیانہ

جب آپ کیا معقولی ایسے ہیں تو معلوم نہیں دوسرے کیسے ہوں گے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

آپ نے یہ ضرور کہا تھا اور مولوی سبط حسن صاحب نے اسپر تعرض بھی کیا تھا اور میں نے اسکو سبقت لسانی پر محمول کرکے اس تعرض کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اور مولوی صاحب کو باز رکھا تھا۔

مناسب ہے کہ شیعہ سنی کے مسائل اختلافیہ کا فیصلہ اسی کتاب (قرآن مجید) سے ہو جائے۔

سبحان اللہ آپ بھی کس قدر سچ بولتے ہیں حضرت اتنا جلد بھولے یا عمداً آپنے اپنی عیب پوشی کے واسطے باتی کو قلم انداز کر دیا۔ جناب سنئے آپنے یہ فرمایا تھا کہ شیعہ سنی میں اختلاف صرف مسئلہ خلافت میں ہے اور اسکو قرآن ہی سے فیصل ہونا چاہئے جس پر میں نے تعرض بھی کیا تھا کہ بالاختلاف صرف خلافت نہیں ہے بلکہ توحید سے لیکر قیامت تک بہت سے مسائل میں اختلاف ہے مگر آپ تو اخفائے حق پر مشتاق ہیں آخر یہاں بھی چوری کر گئے کیا کیجئے گا۔ الصلوٰۃ کالطبیعۃ الثانیہ

ہیں۔ مگر آپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ وقت نزول آیت کے حضرت علی خلیفہ تھے۔ آپ نے
کیا کہا تھا یہ میں بعد کو عرض کرتا ہوں۔

اس تقریر کو ذرا منطقی طریقہ سے ادا کیا۔ کیونکہ ہو آپ بھی کسی بڑے منطقی مولوی فاضل
پاس کر چکے اور وہ بھی جید جو ہیں نمبر پر پھر آپ کے منطقی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ جب ہی
تو آپ نے مولوی سبحان کے نزدیک کیا منطقی قرار پائے اور شیعہ سنی کی مشترک آیت قرآن کو
قرار دیا تھا۔

تو مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہاں اور سو بھی وقت علی واجب الاتباع تھے۔ بیشک میں نے
یہ جملہ ضرور کہا تھا مگر اسکے ساتھ کچھ اور کہا تھا یا نہیں اور اسکو آپ نے اپنی نیک نیتی اور دیانت
سے قلم انداز کر دیا۔ آپ تو ضرور فقط لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کرتے ہونگے اور انتم
سکاریٰ کو غائب۔

میں نے کہا کیا بحیثیت خلافت کے واجب الاتباع تھے یا کیا خلیفہ من حیث الخلیفہ ہونے کے قبل
از نصب اور بعد از عزل بھی واجب الاتباع ہوتا ہے۔ مولوی صاحب آپ نے جھوٹ بولنے
میں ماشاء اللہ اچھا ملکہ پیدا کیا ہے۔ حیثیت کی قید تو مولوی سبط حسن صاحب کی سوجھائی
ہوئی آپ کو سوجھی تھی۔ تقریر کے وقت تو ہرگز یہ الفاظ آپکی زبان سے نکلے تھے اور اگر
میرے کہنے میں کچھ شک ہو تو میں پھر وہی آیت پڑھونگا جسمیں کچھ جھوٹوں کی مدح خوانی ہے۔
مولوی صاحب نے کہا ہاں ہوتا ہے سبحان اللہ میں نے یہی کہا تھا افسوس کہاں تک وہ
آیہ پڑھوں گر فضل خدا سے آپ اپنی عادت سے باز نہ آئیں گے۔ ع مہر بر تربت تباشی
رحمت خدا کی۔

مگر حضرت سے دوسرے مولوی صاحب (سبط حسن) نے اوکی تلقین یا تائید کی۔ ماشاء اللہ
آپکا قلم ہے یا کیا کہ کسی جگہ قرار ہی نہیں لیتا جھوٹ کا طوفان ہے کہ امڈا آتا ہے۔ مگر آپ
ایسے غیرت دار ہیں کہ ڈوب بھی نہیں مرتے۔ مولوی صاحب نے نہ تلقین کی تھی نہ تائید۔
اور نہ جھوٹ سے بلا ہم لوگوں کی طولانی تقریر کے بعد یہ البتہ کہا تھا جس کو آپ توڑ کر

نقل کرتے ہیں کہ زمان لیجئے "دروغ گو را حافظہ نباشد" آپ ہی کے واسطے موضوع
ہوا ہے۔

"اگر آپ (مولوی فرمان علی صاحب) مان لیجئے کہ بعد از عزل خلیفہ بحیثیت خلافت
واجب الاتباع نہیں رہتا مگر بحیثیت ولایت رہ سکتا ہے"۔ اسمیں بھی آپ اپنی
راست گفتاری سے باز نہ آئے۔ مولوی سبط حسن صاحب نے یہ البتہ ضرور کہا تھا ان
عزل الخلیفۃ فاتباعہ لیس بواجب من حیث لا بجھۃ۔ آپ نے اس جملہ
شرطیہ کو سالبہ جملہ بنا دیا کیونکہ جو آپ منطقی بھی تو ٹھہرے ہیں اور پیچ اعلیٰ درجہ میں پہلا خلیفہ اور عزل کو بکر
حکم کیجئے جیسے کہا اب تو مطلع بالکل صاف ہے معلوم ہوا کہ ولایت و خلافت دو
جدا جدا مفہوم ہیں۔ ہاں بے شک آپ نے یہ کہا تھا مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ سچ کو کہ
دل بیٹھے۔ ہاں صحیح تو ہے النادر کالمعدوم

"مولوی سبط حسن صاحب نے تسلیم کیا کہ ہاں ولایت عام ہے"۔ یہاں بھی آپ
وہی چال چلے لا تقربوا الصلوٰۃ تو پڑھا اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑا۔ مولوی سبط حسن
صاحب نے یہ بھی کہا تھا۔ مگر مصداقاً دونوں ایک ہیں۔ اسکے بعد جو کچھ آپ نے تحریر
فرمایا ہے یہ محض آپکی لن ترانی ہے اس وقت تو یہ سب نے کچھ بھی نہیں کہا تھا اور
اس کے جواب میں بر محل خود بلند تر عرض کروں گا۔

اس پر دونوں صاحب کھسیانے ہوئے تو ہم نے پہلا عرض کر کے رخصت حاصل
کی۔ یہ دو آپکا دل ہی جانتا ہوگا جیسے کھسیانے ہو کے اٹھے تھے۔ آپ جو فرمائیے

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دوسرے روز دونوں صاحب بنی اخلاقی جرأت سے ملاقات و بازدید
کو جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ بازدید کو تو خیر گیا ہی تھا مگر یہ بھی مقصود تھا کہ دروغ
گو را تا بدر خانہ باید رسانید۔ مگر افسوس آپ جلسے میں تھے اور مجھے اسکی پہلے سے
خبر نہ تھی۔

جسکے لئے ہم اونکے مشکور ہیں۔ اہا ہا آپ نے مشکور کا لفظ کس موقع سے صرف
کیا ہے یہ بھی آپ کی عربیت کی دلیل ہے۔
ابناظرین سنیں کہ مجھ سے اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کیا باتیں ہوئیں۔ اتنا تو
آپ سن چکے کہ جب یہ حضرات آئے ہیں تو میں موجود نہ تھا جب میں آیا تو یوں سلسلہ
کلام شروع ہوا۔
نواب بو صاحب (مجھے دیکھکر) لیجئے وہ خود آگئے سب حضرات نے میری عزت
افزائی کی تعظیم کو اُٹھے میں بھی سلام کر کے بیٹھ گیا۔
مولوی عبد الہادی صاحب (جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی جہالت مٹانے کے
واسطے لائے تھے میری طرف مخاطب ہو کر) آپ مجھے تو پہچانتے ہونگے۔
میں۔ اچھی طرح تو نہیں پہچانتا۔
مولوی عبد الہادی صاحب۔ آپ سے مجھ سے جہاز پر ملاقات ہوئی تھی۔
میں۔ ہاں ہاں یاد آیا۔ بیشک میں نے پہچانا۔ اس کے بعد دو تین منٹ تک کچھ رسمی
باتیں بیان وغیرہ کے متعلق ہوئیں اوس کے بعد
مولوی ثناء اللہ صاحب (مجھ سے) میں اس وقت تک ان سے واقف نہیں ہوں
میں نے آپکی تعریف بہت سُنی ہے اور آپکے علم و فضل کا بہت شہرہ ہے۔
میں۔ میں تو کسی قابل نہیں ایک طالب العلم ہوں۔
مولوی ثناء اللہ صاحب خیر اس وقت اسلئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علمی باتیں کروں۔
میں۔ بسم اللہ۔
مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اسمیں شک نہیں کہ شیعہ و سُنی کا مشترکہ قرآن ہے۔
مولوی سبط حسن صاحب۔ ایں یہ ماہیت مشترکہ کیسی۔
میں۔ خیر جانے دیجئے یہ کوئی بات نہیں۔
مولوی ثناء اللہ صاحب جناب یہ دا بنا فرمہ کے خلاف ہو آپ ایک صاحب

گفتگو کریں۔ میں آپ سے مخاطب ہوں آپ ہی جواب دیں۔
میں۔ اچھا جناب آپ فرمائیے میں ہی جواب دونگا۔ آپ ہی بولیں گے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب۔ میں ثابت کر دوں گا کہ ماہیت مشترکہ کہنے
میں کوئی مضائقہ نہیں۔
میں۔ خیر آپ ثابت کیجئے گا۔ یہ کوئی تعرض کی بات نہیں ہے۔ آپکو جو
فرمانا ہے فرمائیے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تمام فرق اسلام قرآن کو اپنا مستمسک
قرار دیتے ہیں اور اس میں تمام احکام موجود ہیں
میں۔ مستمسک تو قرار دیتے ہیں اور تمام احکام بھی ہوں مگر سب صراحتاً
نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے اجمالاً اور بہت سے کنایتہً۔
مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اور شیعہ سُنی میں مابہ الاختلاف صرف مسئلہ
امامت ہے۔
میں۔ صرف مسئلہ خلافت ہی مابہ الاختلاف نہیں ہے بلکہ من التوحید الی المعاد
بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔
مولوی سبط حسن صاحب (مجھ سے) خیر اس وقت مان لیجئے کہ اسی
میں اختلاف ہے۔
میں۔ اچھا جناب بیشتر آگے فرمائیے۔
مولوی ثناء اللہ صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی آیت ثبوت خلافت
بلافصل میں پیش کیجئے
میں۔ اہل تشیع ثبوت خلافت بلافصل علی ابن ابیطالبؑ میں بہت سی آیتیں
رکھتے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک آیت یہ ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ اس آیۃ کا

ترجمہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ شانِ نزول میں بھی غالباً آپ کو اختلاف نہ ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ بیان فرمائیے۔

میں۔ ترجمہ تو یہ ہے۔ تمہارا حاکم اور سرپرست صرف خدا اور اسکا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور نماز کو برپا رکھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

شانِ نزول میں اسکے قریب قریب کل مفسرین کا اتفاق ہے کہ علی ابن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ یہ تو غلط ہے۔ ہم اہلحدیث کے بڑے بزرگ علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کہ یہ آیہ علی بن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ جناب وجہ استدلال بیان کیجئے۔

میں۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیۃ میں حکومت کو اپنی ذات اور اپنے رسولؐ اور ان ایمان داروں میں جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں منحصر فرمایا ہے اور ان ایمان داروں سے مراد (بقول مفسرین) علی بن ابیطالبؑ ہیں۔ پس حاکم ہم لوگوں کے صرف یہی تین قرار پائے۔ اول خدا۔ دوسرے رسولؐ۔ تیسرے علی بن ابیطالبؑ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے۔

میں۔ ہاں ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اور جملہ اسمیہ ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے۔

میں۔ اچھا پھر (حالانکہ یہ بات خود یہ بھی مسلم نہیں)

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو ثابت ہوا کہ علی ابن ابیطالبؑ وقت نزول سے الی ابدالآباد واجب الاتباع تھے۔

میں۔ ہاں۔ یقیناً۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس سے بھی قبل سے واجب الاتباع

تھے پھر اس میں خرابی کیا لازم آتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ پھر اس سے خلافت ثابت نہیں ہوئی جس کا آپ نے دعویٰ کیا تھا کیونکہ اس کے مفہوم میں بعدیت ماخوذ ہے۔

میں۔ ضرور خلافت ہی ثابت ہے۔ مگر ہاں بات یہ ہے کہ میری اور آپکی اصطلاح میں فرق ہے۔ تو بہتر ہے کہ پہلے خلافت کے معنی طے ہو جائیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو بہتر بیان کیجئے۔

میں۔ آپ کے ہاں خلافت کے معنی یہ ہیں کہ رسولؐ کے بعد چند اشخاص کا اجماع کر کے کسی کو خلیفہ رسولؐ بنا لینا اور میرے خیال میں یہ صحیح نہیں بلکہ خلافت کے معنی یہ ہیں کہ وہ ریاست عامہ جو بندوں کے امور معاش و معاد کی اصلاح کے واسطے منجانب اللہ رسولؐ کی جانشینی سے حاصل ہو۔

اور اسکی نفاذ پورا پورا عام طور پر اگرچہ رسولؐ کے بعد ہوتا ہے مگر اسکے قبل بھی خلیفہ واجب الاتباع ہے مگر رسولؐ کی موجودگی کی وجہ سے اوسکو اپنے احکام جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اوسکی حالت بعینہ کسی بادشاہ کے ولیعہد کی ہوتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو ہم یہاں ایک جملہ شرطیہ بناتے ہیں ان کان الخلیفۃ فاتباعہ لیس بواجب صحیح ہے یا نہیں (مگر ماشاء اللہ ہونے میں عربی برابر بصیغہ معروف ہی بولتے رہے)۔

میں۔ صحیح نہیں ہے۔ اسکا مقدم و تالی دونوں غلط ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ کیا شرطیہ کی صحت میں مقدم و تالی کے صحت کی ضرورت ہے تو پھر قضیہ لو کان للہ ولد لکنا اول العابدین بھی غلط ہوگا۔

میں۔ نہیں۔ مقدم و تالی کے صحت کی ضرورت نہیں بلکہ بین المقدم والتالی ایک علاقہ کا جو تلازم پر دلالت کرے ضرور ہونا چاہیے اور بغیر اسکے شرطیہ صحیح نہیں ہو سکتا اور یہاں نہ مقدم و تالی صحیح ہے نہ دونوں میں علاقہ صحیح ہے۔

میری اتنی تقریر کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے بات نہیں کی جاتی
آواز نہیں نکلتی تھوڑا پانی پلایئے۔ جب پانی دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں گرم پانی
پیونگا۔ غرض پانی گرم ہو کر آیا اور آپ نے نوش کیا اور اتنی دیر میں کچھ سوچ سا چکے
پھر تیار ہوئے اور فرمایا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب تو کیا خلیفہ بعد العزل بھی واجب الاتباع ہوگا۔

میں۔ یقیناً۔ کیونکہ ہماری آپکی اصطلاح میں فرق ہے۔ پہلے ہی عرض کر چکا کہ خلیفہ
منصوص من اللہ ہوتی ہے پھر آدمیوں سے کسی کو اوسکے عزل و نصب کا اختیار نہیں
اسی بنا پر خلیفہ کا معزول ہونا محال اور جب مقدم محال ہوا تو بنا بر قاعدہ کلیہ المحال یستلزم
المحال دوسرے محال کو بھی مستلزم ہوگا۔

اس تقریر میں مجھ سے اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کچھ دیر تک گفتگو کا سلسلہ رہا
اور آپ نے پھر آواز کی خشکی کا عذر بار دیگر پیش کیا۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ (اجازت لیکر) میں دیکھتا ہوں کہ آپ دونوں
حضرات ایک منطقی مسئلہ میں اولجھے ہوئے ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ لہذا میں اس نزاع
کو قطع کرنے کیواسطے عرض کرتا ہوں کہ آپ (میں) صحیح مان کر جواب دیجئے۔

میں۔ میں کیوں مانوں۔ اگر غلط کہہ رہا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب فرما دیں۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ اچھا صاحب آپ مانئے میں اسے مان کر آپکی
طرف سے جواب دیتا ہوں۔ ہاں جناب سنئے۔ اچھا میں مانتا ہوں کہ یہ قضیہ صحیح ہے ان
عزل الخلیفہ فاتباعہ لیس بواجب من ھذہ الجھۃ واما من جھۃ الولایۃ
فاتباعہ واجب (اور اس کو فی الجملہ بسط دیکر ثابت کیا)

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تو اب میدان بالکل صاف ہے اور گل مقصود صاف
نظر آتا ہے۔ جب یہ دونوں مفہوم جداگانہ ہیں تو ولایت کے ثبوت سے خلافت کیونکر
ثابت ہوگی۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ آپ کا گل مقصود صاف نہیں ہے۔ اوسمیں بہت
سے کانٹے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں اور عرض کر چکا۔ ولایت و خلافت دو جدا مفہوم ہیں
دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مفہوماً جدا ہوں تو ہوں مگر مصداقاً
دونوں ایک ہی ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب (سے اس کا جواب تو بن نہ پڑا اور کھسیانے ہو کر
بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگے اور کھسیانے ہو کر بولے) آپ کے کل مقدمات بعض
نظری نہیں بلکہ صریح البطلان ہیں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ علمائے شیعہ کی یہ عادت
ہے کہ علوم معانی و بیان وغیرہ پر نظر ڈال کر اوسکے قاعدہ سے گفتگو نہیں کرتے فقط
ادھر ادھر کی زبانی باتیں کرتے ہیں (اس قسم کے الفاظ اور بھی بولے یہ آپکی تہذیب تھی)

میں۔ یہ دابِ مناظرہ کے بالکل خلاف ہے۔ تہذیب کے میدان سے باہر جاتے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ یہی کیا خلافِ تہذیب بات تھی یہ تو مناظرہ کی اصطلاح ہے

میں۔ اصطلاح سہی۔ مگر انسانیت کوئی چیز ہے۔ زہر مار کرنے اور نوش فرمانے کے ایک
معنی ہیں مگر پھر بھی کتنا فرق ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ پھر میں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں۔

مولوی سبط حسن صاحب۔ مجھ سے سیکھئے اور جیسے الفاظ میری زبان سے
نکلتے ہیں اوسی طرح بولئے۔ اس قسم کی باتیں ہوتی تھیں کہ:

مولوی سبط حسن صاحب نے فرمایا کہ شانِ نزول کے بارہ میں تو امام رازی
نے بھی علی بن ابیطالب ہی کو لکھا ہے اور بس یہ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ ہرگز نہیں امام ایسے نہیں ہیں اگر امام نے
لکھا ہو تو میں شیعہ ہونے کو تیار ہوں مگر اس پر بھی قائم نہ رہے۔ کئی بات جھٹلتے رہے

نواب ابو صاحب۔ میرے خیال میں یہ بحث فضول ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اہل علم کے پاس آکر آخر علمی باتیں نہ ہوں تو کیا

پولیٹیکل باتیں کروں۔ اچھا یہ ہے تو یوں ہی سہی میں پولیٹیکل باتیں کرنے کو بھی تیار ہوں۔

میں۔ نہیں جناب آپ علمی ہی باتیں کیجئے۔ ہاں مولوی صاحب کے مقدمات کا جواب دیجئے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ میں ایسی باتوں کا کیا جواب دوں وقت بھی ختم ہو گیا
(قطع الکلام)۔ میں اب جاتا ہوں وقت زیادہ آیا میری آواز بھی کام نہیں دیتی۔

میں۔ ہاں اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آپ نے محمد اللہ پڑھی ہے۔ معاف کیجیے گا یہ اس کلمہ کا جواب ہے جو آپ نے علماء شیعہ کی نسبت فرمایا تھا۔ ابھی جائیے کیوں ابھی تو آٹھ بجے ہیں شہر میں ہیں کچھ دیر اذ میں نہیں۔ ابھی تو آپ سے باتیں ہی نہیں ہوئیں۔

مولوی عبدالہادی صاحب۔ تو اب آپ دونوں صاحب (مولوی ثناء اللہ صاحب اور میں) بدتہذیب ٹھہرے۔ اس کلمہ سے سب کو تنغص ہوا۔ اور نواب بو صاحب نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ آخر اس کا نتیجہ رنج ہے۔

اسی پر مولوی ثناء اللہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور میں ہر چند روکتا رہا مگر نہ مانے اور چلنے پر آمادہ ہو گئے۔

میں (بہت اصرار کے بعد) حضرت خیر آپ تو مانتے ہی نہیں۔ آپ تو جاتے ہیں مگر اپنا اسم مبارک تو بتاتے جائیے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب (کھڑے کھڑے) مبارک و بارک تو یہی نہیں نام پوچھ کے کیا کیجیے گا۔

میں۔ جناب آخر آپ کا اس میں نقصان ہی کیا ہوتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ مجھے ثناء اللہ کہتے ہیں میں امرتسر کا رہنے والا ہوں۔

میں۔ آپ کا قیام یہاں کہاں ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اگر آپ نہ آنے کا وعدہ فرمائیں تو میں اپنے قیام کی جگہ بتا دوں ورنہ بیکار ہے۔

میں۔ یہ تو اچھا نہ کہنا لازم ہے حضرت اس میں آپ کا حرج ہی کیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب (اپنے ساتھی سے) مجھے تو یاد ہی نہیں۔ بتا دو

پتھر کی مسجد۔ مدرسہ۔

اسکے بعد آپ نے کھڑے کھڑے مصافحہ کیا اور تشریف لے گئے۔ اور کھسیانے پن میں مولوی سبط حسن صاحب کو نو آموز کہتے گئے۔

یہ ہے واقعہ جو ہمارے اونکے درمیان گزرا اور جسکے بیان میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی راست گفتاری اور دیانت کی داد دی ہے۔

مجھے حیرت تو یہ ہے کہ اس مذہب کے جب اہل علم کی یہ حالت ہے تو اور لوگوں کی کیا حالت ہوگی ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا   کار طفلاں تمام خواہد شد

والسلام علی من اتبع الہدیٰ   (فرمان علی مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ)

اصلاح۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث کو کذب و دروغ گوئی سے دوسروں کے لئے اس قدر نفرت ہے کہ ہر جلسہ میں آپ اپنے بھائیوں سے اس کا عہد لیتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولیں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے جو اپنے امیر ہونے کا پروگرام شائع کیا ہے اوس میں جھوٹ بولنے والے کو ۳۰ بیت (بید) تجویز کیا اور آخر میں جلاوطنی کی سزا۔

لیکن بذات خاص اس قدر جھوٹ بولنے میں مشاق ہیں کہ اپنے جھوٹ کو جھوٹ ہی نہیں جانتے۔

مولوی صاحب نے یہ سب تقریر تو کی مگر اس کو نہ بتایا کہ آخر یہ آیہ قرآنی صحیح ہے یا غلط یا معنی ہے یا بے معنی۔ کوئی مفہوم بھی ہے یا نہیں۔ جو خداوند عالم حصر کرکے فرماتا ہے کہ ولی تمہارا خدا اور رسول اور وہ لوگ ہیں جو اقامہ صلوۃ کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں۔

اگر یہ قرآنی آیہ ہے اور وہ کوئی معنی رکھتا ہے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لائے اور قبول کرے کہ ہمارے ولی یہی تین ہیں خدا اور رسول صلعم اور وہ شخص جو حالت

رکوع میں زکوۃ دیتا ہے جس کے بعد اوسکو یہ دریافت کرنا ہوگا کہ وہ کون شخص ہے
جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی کہ دوسرا کوئی استحقاق ولایت نہیں رکھتا۔
پس اگر حضرات اہلحدیث سے ہوتے جن کا مقولہ ہے اصل دین آمد کلام اللہ
مقدم داشتن تو پہلے اس آیہ پر ایمان لاتے اور اوسکے مفہوم و مصداق کی تحقیقات
کرتے۔ مگر رسول اللہ کی حدیث کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ وہ لوگ
قرآن کو پڑھیں گے مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اُتریگا جسکی تصدیق اسی ہوگی
کہ آپ نے جملہ اسمیہ نکال کر کہ وہ دوام پر دلالت کرتا ہے۔ اس آیہ کو غیر واجب التعمیل
قرار دیا۔ اس سے بڑھکر آپ کی ایمانداری کیا ہو سکتی ہے۔
اگر اس آیہ سے ولایت جناب امیرؑ بسبب جملہ اسمیہ ہونے کے نہیں ثابت ہوتی
تو پھر ولایت رسول اگرچہ بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن آپکے ہاں قدیم ہے جس
حضرت کی ولایت بھی قدیم ہوئی۔ اور ولایت جناب رسالت مآبؐ کا قبل از بعثت کوئی
قائل نہیں۔ لہذا حسب تقریر آپ کے اس آیہ سے ولایت رسولؐ اور ولایت
جناب امیرؑ دونوں ساقط ہوئی۔ فافہم۔
اور چونکہ اس آیہ کریمہ کی پوری تفصیلی بحث کتاب بطش الٰہیہ معروف بہ مناظرہ لکھنؤ
میں ہو چکی ہے جسمیں اُن مفسرین کے تمام اقوال درج ہیں جنہوں نے اس کا شان
نزول بر شان جناب امیرؑ لکھا ہے۔ اور علمائے فرنگی محل نے جو جو تا دلیلیں عذر لنگ
اس بارے میں وہ بھی جو بیجا بیہودہ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب زبان اردو
میں چھپ چکی ہے اور اسکی روشنی نے ایک عالم کو منور کردیا ہے۔ اگر مولوی
ثناء اللہ صاحب یا کسی عالم سنی سے ہو سکے تو اوس پر تفصیلی بحث کرے جو محال ہے
پھر قدرت خدا دیکھئے کہ اصلاح کس طرح اظہار حق میں سعی کرتا ہے۔

واللہ بالغ امرہٖ (اڈیٹر)

(منقول از رسالہ اصلاح نمبر ۳ جلد ۱۲ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ ہجری)

آیت انما ولیکم اللہ

سے

جناب امیرؑ کی بلافصل خلافت کا ثبوت

اخباری دنیا کی سیر کرنے والے۔ زمانہ کی کایا پلٹ دیکھنے والے۔ کھرے
کھوٹے کے پرکھنے حق و باطل کی تمیز رکھنے والے اس سے خوب آگاہ
ہیں کہ اہلحدیث اخبار کے اڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب چار پانچ
ماہ قبل مجھ سے مباحثہ کے واسطے آرہے تھے اور مجھ سے اُن سے جو
باتیں ہوئی تھیں اُنھیں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔
میری تحریر کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار
میں میرے نام ایک کھلی چٹھی لکھی اور تحریری مناظرہ کے شوق و شغف کا
اظہار کیا تھا۔ اُس میں اسکا وعدہ کیا تھا کہ "میں تمہارے مضمون کو
مع جواب کے مذاکرہ علمیہ کے نام سے اپنے اخبار میں برابر شایع کردیا کرونگا"
میں نے اس کھلی چٹھی کا جواب لکھا اور اخبارات میں اور خود مولوی
ثناء اللہ صاحب کے پاس بھی بھیج دیا۔ اور چونکہ مکابرہ مقصود نہ تھا
بلکہ اثبات حق و ابطال باطل مدنظر تھا اس لئے قصہ مختصر کرنے کی غرض سے
اُس جواب میں چند امور جو میرے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے درمیان
منقیح طلب اور قبل سے طے ہوجانے ضروری تھے بغرض دریافت لکھے تھے
مگر افسوس مولوی صاحب نے اپنے وعدہ کے خلاف پہلو تہی کی اور
جواب دینا تو در کنار شایع تک نہ کیا اگرچہ اخبار اثنا عشری میں وہ مضمون

کچھ قطع و برید کے بعد شایع ہوگیا)

اور مجھے اس کے جواب میں ایک کارڈ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۰۷ء لکھا کہ میں آپ کے خط کو پرائیوٹلی رکھتا ہوں آپ رسالہ بے شک لکھیں مگر اخبار میں مضمون بھیجیں جو مع جواب شایع ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اس میں ایک گونہ جدت ہے۔

میں نے اسکے جواب میں اُسی وقت ایک کارڈ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۷ء لکھا کہ میں تو اب اپنا مضمون شایع کر چکا خیر آپ ان باتوں سے قطع نظر کرکے میرے تنقیح طلب امور کا جواب دیجئے۔ پھر میں اصل مضمون شروع کروں گا۔

اس کا **مولوی صاحب** نے کوئی جواب نہ دیا اور میں برابر منتظر رہا۔ اور ایک مہینہ تک سکوت محض رہا۔

یکایک **مولوی صاحب** کا ایک کارڈ جو آپ نے اپنے اوپر سے الزام چھوڑانے اور اپنی سرخروئی کے واسطے اپنے دوست مولوی عبدالرحیم صاحب میر شکار ٹولی پٹنہ کے نام سے لکھا تھا نظر پڑا۔

جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی فرمان علی صاحب نے مجھ سے بھی وعدہ کیا تھا مگر تا حال مضمون نہیں بھیجا ممکن ہو تو یاد کرا دیجئے۔"

میں نے اُسے دیکھکر فوراً مولوی صاحب کو مورخہ ۵ جولائی ۱۹۰۷ء ایک کارڈ لکھا کہ سبحان اللہ آپ اپنے ہم چشموں میں سرخروئی کے واسطے مجھ ہی پر الزام رکھتے ہیں اور اُلٹے مجھ ہی سے ایفاء وعدہ کے طالب ہیں خدا کے واسطے ان ترکیبوں کو چھوڑیئے یہ اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔

مولوی صاحب نے اس کے جواب میں ۱۰ جولائی ۱۹۰۷ء کو مجھے لکھا کہ "میں تو آپ کے طولانی خط (لمبی چٹھی کا جواب) کے جواب میں لکھ چکا

ہوں کہ "آپ مجھ سے معنے ولایت وغیرہ کیوں متعین کراتے ہیں"۔

اور اپنی بریّت کی کچھ ایسی توجیہ کی جو مولوی صاحب کچھ خود ہی سمجھے ہوں تو سمجھے ہوں۔ عقلاء کے سمجھنے کے قابل تو ہرگز نہ تھی۔

میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ "یہ آپ اب لکھ رہے ہیں آپ کے سابق دونوں خطوں میں اس کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو کہئے تو دونوں خطوط کی نقل بھیجدوں۔ میرا مضمون اگرچہ تیار ہے مگر اب تا وقتیکہ میرے تنقیح طلب امور کا جواب آپ نہ دینگے میں شایع نہ کروں گا آپ کم از کم یہی شایع کر دیں کہ میں جواب نہ دوں گا۔"

اس پر **مولوی صاحب** کچھ شرمائے اور ۲۶ جولائی ۱۹۰۷ء کو مجھے لکھا کہ "میں آپ کی نسبت غلط گوئی کا خیال نہیں کرتا (الحمد للہ والفضل ما شہدت بہ الاعداء) شاید میرا خط آپ کو نہ ملا ہوگا (حالانکہ ۲۹ مئی ۱۹۰۷ء کا بلکہ کل خطوط اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ یا للعجب) اسلئے میں حسب ایماء آپ کے انکار شایع کر دوں گا۔" اسکے بعد پھر سکوت کا عالم رہا بارے خدا خدا کرکے آج ۵ اگست ۱۹۰۷ء کو مولوی صاحب کی تحریر دیکھی کہ آپ نے اپنے اخبار میں (ایک شیعہ دوست کا جواب) کی سرخی سے ایک مختصر سا مضمون شایع کیا ہے جس میں بقول شخصے ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

میرے تنقیح طلب امور کے جواب سے انکار بھی نہیں کرتے پھر انکار بھی ایک نرالا انداز ہے مگر عاقلان خوب می دانند ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت را می شناسم

میں اس کے جواب میں اپنے مخاطب دوست کو اور تو کیا کہوں مگر اتنا عرض کروں گا کہ ع کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔

میری تمہید کو اگرچہ کچھ طول ہوا مگر ناظرین کی واقفیت کے لئے اتنا عرض کر دینا ضرور تھا اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے خواہ مخواہ قصہ کو بڑھایا۔ کاش وہ اُن امور کا جواب دیتے تو اصل مطلب بغیر مسلمات سے بہت جلد آسانی سے ثابت کر دیتا۔ مگر اب قبل از مقصود اس آیہ کے چند الفاظ کی تحقیق میں چند مقدمے عرض کرنے پڑے۔ مجھے اگرچہ اس کا افسوس ضرور ہے کہ باوجود میری پوری کوشش کے چونکہ علمی مضامین ہیں اور بہت سی اصطلاحات مذکور ہیں جن کا ترجمہ ہو نہیں سکتا۔ اس مضمون کے اکثر مباحث بالکل عام فہم نہ ہو سکیں گے پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی اسکی خوشی بھی ضرور ہے کہ باعلم حضرات ناظرین پسند کریں گے۔ اور بالخصوص متوسط طلبہ کے واسطے مفید اور بہت مفید ہوگا۔ انشاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝

ترجمہ۔ تمہارا حاکم و سرپرست صرف خدا ہے اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا اور نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

پہلا مقدمہ لفظ اِنَّمَا کی تحقیق | تمام نحویین کل اہل عربیت۔ سارے اہل لغۃ اور سب مفسرین اس پر متفق ہیں کہ لفظ انما عرب کی زبان اور محاورات میں انحصار و قصر کے معنی پیدا کرتا ہے اور اسی بنا پر میں نے اس کا ترجمہ "صرف" کے ساتھ کیا ہے چنانچہ چند اقوال بطور نمونہ عرض کرتا ہوں۔ اور لطف یہ ہے کہ اگرچہ خود اس لفظ کے بیان معنی میں

مذہب سے کوئی سروکار اور لگاؤ نہیں ہے۔ مگر میں جن کتابوں کا حوالہ دیتا ہوں خدا کے فضل سے سب کی سب اہل سنت یا نصرانی کی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی شیعہ کی نہیں ہے۔ جس کو ذرا بھی شک ہو اصل کتاب کو دیکھ لے۔

نمبر ۱۔ قاموس :۔ اِنَّمَا یفید الحصر کانما و اجتمعتا فی قولہ تعالیٰ قل انما اوحی اِلَیَّ انما الٰھکم الہ واحد فالاولیٰ لقصر الصفۃ علی الموصوف والثانیۃ لعکسہ۔ ترجمہ۔ انما کی طرح انَّما بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں ایک ہی آیت میں مجتمع ہو گئے ہیں جیسے قول خدا۔ انما اوحی الخ (اے رسول ربوبیت کے بارے میں) کہ دو کہ میری طرف صرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ پس پہلا (انما) صفت کا موصوف میں منحصر ہونا ثابت کرتا ہے۔ دوسرا (انما) موصوف کا صفت میں منحصر ہونا۔

نمبر ۲۔ منتہی الارب :۔ انّما بفتح مفید حصر باشد چنانچہ انّما بکسرہ ہر دو دریں آیت اِنَّمَا اُوحِیَ الخ مجتمع شدہ۔ پس اول برائے قصر صفت است بر موصوف و ثانی برائے قصر موصوف بر صفت"۔

نمبر ۳۔ صحاح جوہری۔ وَ ان زدت علی انّ ما صار للتعیین کقولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء و توجب اثبات الحکم للمذکور و نفیہ عما عداہ۔ ترجمہ اور اگر تم انّ پر ما بڑھا دو تو تعیین و حصر کے واسطے ہو جاتا ہے۔ جس طرح قول خدا انما الصدقات الخ یعنی صدقے صرف فقیروں کے واسطے ہیں کیونکہ انما سے مذکور کے واسطے ثبوت حکم اور اس کے ماسوائے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر۶ محیط المحیط۔ وقد تدخل علیہا ما الزائدۃ فتکفہا
عن العمل و تفید الحصر نحو انما زید قائم۔ ترجمہ کبھی
انّ پر مازائدہ بھی داخل ہوتا ہے پس انّ کو عمل کرنے سے
باز رکھتا ہے اور حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے انما زید قائم
زید صرف قائم ہے

نمبر۷ صراح۔ "وقد تزاد علی المکسورۃ المشددۃ ما
فصارت للتعیین کقولہ تعالیٰ۔ انما الصدقات للفقراء
وتوجب اثبات الحکم للمذکور ونفیہ عما عداہ" کبھی انّ
پر ما بڑھا دیا جاتا ہے تو یقین وحصر کے واسطے ہو جاتا ہے
جیسے قول خدا انما الصدقات الخ یعنی صدقات صرف
فقراء کے لئے ہیں۔ اور شے مذکور کے لئے ثبوت حکم اور ماسوا
کے لئے نفی حکم کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر۸ شرح مغنی۔ انّما بالفتح تفید الحصر کانّما بالکسر۔
ترجمہ۔ جس طرح انّما حصر کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح انّما بھی
دیتا ہے۔

نمبر۹ تفسیر کشاف (خاص اسی آیت کے تحت میں) ومعنی
انما وجوب اختصاصہم بالموالات۔ ترجمہ۔ ان لوگوں کا
موالات کے ساتھ ضروری طور پر مخصوص ہونا انما کے معنی ہیں۔

نمبر۱۰ تفسیر بیضاوی ص۱۸ جلد اول "لان انما تفید قصر
ما دخلت علیہ علی ما بعدہ مثل انما زید منطلق و
انما ینطلق زید" انما جس لفظ پر داخل ہوتا ہے اس کو
مابعد کے لئے منحصر کر دیتا ہے۔ جیسے زید صرف چلنے والا ہے

اور صرف زید ہی چلتا ہے۔
نمبر۱۱ تفسیر حسینی۔ اسی آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "جز این نیست
الخ" غرض ساری دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس نے انما کے معنی حصر ہونے
سے انکار کیا ہو بلکہ ہر شخص اس پر متفق ہے۔ اور بہتیروں نے
اس کو تصریحاً بیان بھی کر دیا ہے۔ مگر زمانہ بھر کے خلاف امام فخر الدین
رازی صاحب محض اس سبب سے کہ کہیں خلافت بلا فصل علی
ابن ابیطالبؑ ثابت نہ ہو جائے۔ مخصوصاً اس آیت میں انما کے معنی
حصر ہونے سے صاف انکار کر گئے۔ چنانچہ اپنی تفسیر جلد سیوم
ص۴۳۳ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "لا نسلم ان کلمۃ انما
للحصر والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ انما مثل الحیوۃ الدنیا
کماء انزلناہ من السماء ولا شک ان الحیوۃ الدنیا لہا
امثال اخریٰ۔ سوی ہذا المثل وقال انما الحیوۃ الدنیا
لعب ولہو ولاشک ان اللعب واللہو قد یحصل فی
غیرہا" ترجمہ ہم نہیں مانتے کہ لفظ انما حصر کے لئے ہے اور
اسکی دلیل قول خدا ہے۔ انما مثل الخ یعنی زندگانی دنیا کی
مثل صرف اس پانی کی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا کیونکہ
اس میں شک ہی نہیں کہ اس مثل کے علاوہ زندگانی دنیا کی بہت سی
مثلیں ہیں اور پھر خدا نے کہا انما الحیوۃ الخ یعنی زندگانی دنیا
صرف کھیل تماشہ ہے کیونکہ اس میں شک ہی نہیں کہ کھیل تماشہ
زندگانی دنیا کے علاوہ میں بھی حاصل ہوتا ہے"۔
یہ ہے امام صاحب کا قول اور یہ ہے انکی دلیل مگر مجھے حیرت
ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کلام پاک میں قریب ایک سو پچیس

جگہ لفظ انما کو استعمال فرمایا ہے۔ اور امام صاحب نے ماشاء اللہ پورے قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے مگر امام صاحب کو بہت تردد و تلاش سے بخیال خود اپنے دعوے کی دلیل میں صرف دو آیتیں ملی ہیں اور وہ بھی ایسی کہ جس پر لڑکے بھی ہنس پڑیں۔

اب ناظرین امام صاحب کی دونوں دلیلوں کو ملاحظہ فرماویں اور ایجاد بندہ کی تحقیق کی داد دیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ تو یہ ہے کہ خدا نے زندگانی دنیا کی مثل پانی سے انما کے ساتھ بیان کی ہے مگر انما کے معنی حصر کے نہیں ہیں۔ کیونکہ زندگانی دنیا کی اسکے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

لیکن مزا تو یہ ہے کہ امام صاحب کے خیال میں اس کی مثلیں بہتیری ہیں مگر افسوس معاذ اللہ خدا ایسا کند ذہن تھا کہ پانی کے سوا اس کو زندگانی دنیا کی کوئی دوسری مثال سوجھی ہی نہیں۔ کیونکہ زندگانی دنیا کی مثال خدا نے قرآن میں تین جگہ بیان کی ہے اور تینوں جگہ پانی ہی سے مثال دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سورۃ یونس رکوع ۷۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ الخ

سورۃ حدید رکوع ۳۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ الخ۔

تعجب ہے کہ اہلسنت کے امام صاحب حافظ تو ضرور ہونگے۔ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ ان کے ہاں تو پانچ پانچ سات سات برس کے لڑکے چاہے کیسے ہی ہوں (بقول اہلسنت) حافظ ہونے ضرور ہیں۔ لیکن

امام صاحب کو قرآن کے حافظہ نے سخت دھوکہ دیا کہ انکو یہ بھی یاد نہ رہا کہ خدا نے قرآن میں زندگانی دنیا کی کے جگہ اور کیا کیا مثال بیان کی ہے۔ اگر یاد ہوتا تو کبھی ایسی عبارت نہ کرتے۔

مگر ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے نہ بیان کی ہو نہ کرے مگر امام صاحب کے خیال میں تو ایک کیا چیز ہے بہتیری مثالیں موجود ہیں۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ خدا نے جب مثال بیان کی تو ہر پھر کے پانی ہی کی اور وہ بھی ہر جگہ انما ہی کے ساتھ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری مثال ایسی جامع و مانع ہی نہیں۔ مگر یہ کہا جائے کہ امام صاحب نے قرآن میں صلاح دی ہے تو البتہ میں کچھ نہیں بول سکتا اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خدا کو نہ سوجھے نہ سوجھے مگر امام صاحب کو تو سوجھے پھر تو معلم الملکوت سے بالاتر امام صاحب کو معلم اللہ کا خطاب مل جائے گا۔ حالانکہ اگر امام صاحب انصاف کو کام میں لاتے اور تعصب سے علحدہ ہو کر سچے اسلام کو اختیار کرتے تو اقرار کرتے کہ ایسی عجیب و غریب مثال جو تمام پہلوؤں جوانب کو حاوی اور ممثل لہ سے پوری مطابق ہو دوسری ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ خود اس آیت کی تفسیر کے تحت میں اقرار فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ اتبع بهذا المثل العجیب الذی یہاں تو اس مثال کو عجیب فرما رہے ہیں اور دوسری جگہ اپنی غرض حاصل نہ ہوتے دیکھکر فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں بہتیری اور بھی ہیں سو ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ تو پہلی دلیل کا حشر ہوا اب دوسری دلیل کو دیکھئے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ خدا نے زندگانی دنیا کو لعب و لہو انما کے ساتھ فرمایا ہے مگر انما کے معنی حصر کے نہیں ہو سکتے کیونکہ لہو و لعب دنیا وی زندگی کے علاوہ بھی ہوتا ہے۔

اماہاں پڑھا ہے ہم نے بھی قرآں قسم ہے قرآں کی
جواب ہی نہیں رکھتی ہے گفتگو تیری

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا دنیا میں کھیل تماشے سے جی نہیں بھرا ہے جب ہی تو آخرت میں کھیلنے کی امید رکھتے ہیں کیونکہ دنیا اور آخرت کے علاوہ کوئی تیسری شق نہیں مگر کوئی عالم در عالم کو عالم برزخ وغیرہ کو بھی ایک قسم کی زندگی قرار دے مگر یہ بھی معلوم نہیں بہشت میں کھیلیں گے یا نہیں اور شاید اسی وجہ سے سید نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی بہشت سے ہمارے خرافات ہی اچھے ہیں جب ہی تو ایک منچلا شاعر اپنی عالم مستی میں یوں بول اٹھا ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالبؔ خیال اچھا ہے

لیکن حیرت تو یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں تو فرمایا کہ انما حصر کے واسطے نہیں ہے مگر خدا نے اس مطلب کو دوسری جگہ یوں دارشاد فرمایا ہے ما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو (نہیں ہے دنیاوی زندگی مگر کھیل تماشا) معلوم نہیں امام صاحب اسکی کیا تاویل کریں گے کیا یہاں بھی حصر کے قائل نہ ہونگے۔ وہ انکے طرفدار تو عجب نہیں کہ یہاں بھی بول اٹھیں کہ حصر مقصود نہیں ہے۔ مگر بمصداق ... حافظ نباشد اس آیت کی تفسیر میں بڑے زوروں میں بہت سی دلیلوں سے امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ دنیاوی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ ما الحیوۃ الخ کی تفسیر کے تحت میں اُن دلیلوں کو لکھنے کے ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۴ صـ ۳۳ مطبوعہ مصر فثبت بمجموع ھذہ الوجوہ ان اللذات والاحوال الدنیویۃ لعب ولھو ولیس لھا حقیقۃ معتبرۃ۔ ترجمہ ان تمام دلیلوں سے ثابت ہوا

کہ دنیاوی حالات ولذات یقیناً کھیل تماشا ہیں اور انکی کوئی قابل اعتبار حقیقت ہی نہیں ہے۔ واقعی یہ ایسی اور ادور قناقض تحقیق ہے کہ جسے سنکر انسان تو انسان پرند بھی عالم وجد میں آکر یہ شعر پڑھنے لگیں ؎

اب ہم ہی تیرے جال لیتے نہیں صنم یامال کبک بھی تو ہو گئے تو مسا میں

اس سے لطیف تر سنئے کہ خداوند عالم تو یہ فرما رہا ہے کہ دنیاوی زندگی صرف لہو ولعب ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ لہو ولعب صرف دنیا میں ہوتا ہے آخرت میں نہیں ہوتا۔ مگر امام صاحب نے معلوم نہیں کس عالم میں سمجھے کہ آپ نے اس آیت کا دوسرا مطلب سمجھا اور یہ کہہ گزرے کہ کھیل تماشا کچھ دنیا ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر میں بھی ہوتا ہے خدا تعصب کا برا کرے کہ اس نے امام صاحب سے قواعد معانی وبیان کو بھی کوسوں دور پھینک دیا اور کچھ کا کچھ کہنے لگے ؎

بک گئے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس سے اور مزیدار اور پھڑکتا ہوا جملہ سنئے جو شاید کبھی سنا ہو اور یہ ایسا عجیب وغریب معما ہے جسے کوئی عقل تو شاید ہی حل کر سکے ملاحظہ ہو۔ آپ اسی تفسیر کبیر کی جلد ۲ صـ ۔۔ مطبوعہ مصر آیۃ اِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں دلت الآیۃ علی ان الشیطان لا یامر الا بالقبائح لانہ تعالیٰ ذکرھا بکلمۃ انما وھی للحصر ترجمہ:۔ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شیطان سوائے برائیوں کے دوسرے کام کا حکم دیتا ہی نہیں کیونکہ خدا نے اسے انما کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انما حصر کے واسطے

ہے۔
اب کوئی شخص امام صاحب کے ان دونوں فقروں کو ملا کر دیکھے
لا نسلم ان کلمۃ انما للحصر (ہم نہیں مانتے کہ انما حصر کے واسطے ہے) اور وھی للحصر (انما حصر کے واسطے ہے)
اب حضرات ناظرین امام صاحب کی حق گوئی کی داد دیں اور تصبید مرحبا کہیں۔ اس وقت تو امام صاحب کی حالت بعینہ شتر مرغ کی سی ہے

گر بگویم بر بگوید اشترم ۔ ور بگویم بر بگوید طائرم

باقی زندہ
فرمان علی

اصلاح :- اس تحریر کو اڈیٹر صاحب اہلحدیث نے اپنی عادت قدیمہ کے خلاف درج اخبار کیا ہے جسکے ابتداے تقریب میں اڈیٹر اصلاح کو مخاطب کیا ہے جس پر ہم آپکا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ آج تک تو آپنے اپنے خصم کی پوری عبارت کبھی نہ نقل کی۔ مگر جناب مولوی فرمان علی صاحب دام مجدہ نے کچھ ایسی تکذیب آپکی ثابت کی کہ آپ اس تحریر کی اشاعت پر مجبور ہوئے۔ کیونکہ جلسہ ملاقات میں بہت سے شیعہ اور وہابی بھی تھے جن سے آپکو اپنی دروغ بیانی پر شرمانا پڑا اور اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس تحریر کو بلا تحریف شایع کیا مگر افسوس یہ عزت اصلاح کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے کہ کبھی پوری عبارت اصلاح شایع کریں۔ بہرحال اس تحریر پر آپکا نوٹ حسب ذیل ہے۔

اہلحدیث "شتر مرغ" دشنام دہی کی عادت نہ گئی کیا اسی شیریں کلامی کی آپ داد چاہتے تھے کہ ہمارے بلکہ کل اسلامی دنیا کے دستگیر بزرگ کے حق میں بدگوئی کریں۔ پھر ہم ہی سے اوسکی اشاعت کرائیں۔ مولوی صاحب! آپ تو مدرس ہیں ماشاء اللہ

کتب معقول و فلسفہ بھی پڑھاتے ہونگے کیا حمد اللہ میں آپ نے نہیں دیکھا کہ صاحب حمد اللہ باوجود سنی ہونے کے علامہ میر باقر (شیعہ) کا نام کس ادب اور لیاقت سے لیتا ہے۔ یاد نہ ہو تو سنئے۔ خیر المحققۃ بالجملۃ یعنی افضل المتاخرین۔ نہایت افسوس ہے کہ خلافیات میں تنگ ظرفی جو عام علما کی عادت ہے اُس سے بھی آپ ایک درجہ آگے بڑھ گئے اسی میں آپکو بار بار لکھنا پڑا کہ آپ اہل معقول کی طرح برہان سے کام لیں جدل سے کیا مطلب۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ خفگی میں اصل مضمون نہ چھوڑ دیں اس لئے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر آپ اجازت دیں تو اتنا عرض کرتا ہوں کہ دنیا بھر کے شیعہ مجتہد اور غیر ملکر بھی خلافۃ علی بلا فصل قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں تو لا یثبتونہا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا (ہرگز نہ کر سکیں گے) آپ کی تمہید ختم ہے مطلب پر آئیے۔ ہم مانتے ہیں کہ انما حصر کے لئے ہے آگے چلئے (اڈیٹر)

اصلاح :- یہ نوٹ آپکا جس عنوان سے لکھا گیا ہے اُس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آئندہ آپ اس مضمون کی اشاعت کو روکنا چاہتے ہیں جس کی تمہید آپنے ابھی سے شروع کر دی۔ "دشنام دہی کی عادت نہ گئی۔ ہمارے بلکہ کل اسلامی دنیا کے پیر و دستگیر بزرگ کے حق میں بدگوئی کریں پھر ہم سے اسکی اشاعت کرائیں" صاف کہ رہا ہے کہ آپ اپنے عوام کو بھڑکا رہے ہیں کہ دیکھو ایسا لکھا جاتا ہے تبرا ہو رہا ہے اور آپ اس مفید سلسلہ کو ترک کر دیں ورنہ کون شخص کہہ سکتا ہے کہ فخر رازی آپ کے یا کل اسلامی دنیا کے پیر ہیں حالانکہ آپکے امام اعظم علامہ ذہبی انکی شان میں لکھتے ہیں الفخر بن الخطیب صاحب التصانیف رأس فی الذکاء والعقلیات لکنہ عری من الآثار وله تشکیکات علی مسائل من دعائم الدین تورث حیرة نسأل الله

ان یبثت الایمان فی قلوبنا ولہ کتاب السر المکتوم فی مخاطبۃ النجوم
سحر صریح فلعلہ تاب من تالیفہ انشاء اللہ ص ۹۲

جس سے ظاہر ہے کہ ذہبی انکو فخر الدین کہنا بھی نہیں جائز جانتے بلکہ صرف
فخر لکھتے ہیں۔ ذہبی ونکا کا اقرار کرکے لکھتے ہیں۔ علم اخبار و آثار سے عاری
ہیں۔ مسائل اصول دین پر ایسے شکوک وارد کرتے ہیں جن سے حیرت ہو۔ خدا سے
دعا کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ایمان کو ثابت رکھے۔ ان کی کتاب سر مکتوم جو
نجوم میں سحر صریح ہے۔ شاید اس سے توبہ کیا ہو۔ پھر افسوس ہے کہ محض
شیعوں کی ضد میں آج آپ ان کو اپنا بلکہ کل اہل اسلام کا پیشوا اور بزرگ
بناتے ہیں۔ حالانکہ وہابیوں کو جو عداوت ان لوگوں سے ہے وہ کسی سے
مخفی نہیں۔

فخر رازی کی نسبت تمثیل شتر مرغ ہے تو آپ کو یہ غصہ آیا مگر افسوس ائمہ
اہلبیت اطہار کی عظمت آپ کے ذہن میں فخر رازی کے برابر بھی نہیں جو
آپکا اخبار مورخہ ۷ ارشعبان لکھتا ہے لیکن وہ فرقہ جس کے ائمہ
آدم کو اصلی اور دن کو رات کہتے ہوئے تامل نہیں کرتے اور آیہ کریمہ
فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین
ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون جس میں حضرت موسی کے وقت
کے بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ ظلموا کے معنی ظلموا آل محمد حقہم کے لیتے ہیں تو
ان سے کون سی بات بعید ہے۔ مگر افسوس اس جملہ پر آپکو اسلامی
غیرت نہ آئی کہ اس شخص نے صرف شیعوں پر نہیں اتہام کیا بلکہ خاکشن
ائمہ اطہار کو آدم کا اصلی اور دن کا رات بنانے والا کہا۔
مگر ہم کو اسکی کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلعم آپ کے نزدیک
ایک چمار سے زیادہ عزت نہیں رکھتے۔ ملاحظہ کیجئے اپنا اخبار مورخہ

۲۰ اگست ۱۹ء تو پھر ائمہ اطہار کی عظمت آپ کے دل میں کیا ہو سکتی ہے۔
بہر حال اہلحدیث کے نزدیک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا
شرک ہے کیونکہ قرآن میں اس طور سے مجموعاً نہیں مذکور ہے تو پھر آپ
خلافت بلافصل جناب امیر کو قرآن سے کب مانیں گے۔ اسی لئے تو میں
نے بارہا عرض کیا کہ آپ ایک مسئلہ بھی قرآن سے ثابت کر دیں تو اوسی طرح
سے میں خلافت جناب امیر کو ثابت کروں مگر آپ نہیں مانتے اور ہمیشہ اس سے
گریز ہی کرتے رہے۔

مگر آپ اگر مسلمان ہوں گے تو قرآنی فیصلہ سے کسی طرح عدول نہ کریں گے
لیکن انکو یہ بتادینا ضروری ہے کہ آپ اہل قرآن سے ہیں یا اہل حدیث سے
تاکہ بحث کا طریقہ پیدا ہو سکے۔ کیونکہ اب تو آپ کے فرقے کے لوگ عام طور
سے اہل قرآن بن رہے ہیں اور آپ اس کا پیش خیمہ ڈال رہے ہیں ورنہ آپ
لوگوں کی حالت تو قدیم شتر مرغ کی چال سے بھی بدتر ہے۔ (اڈیٹر)
(از اصلاح ماہ رمضان ۱۳۳۷ھ)

دوسرا مقصد لفظ ولی کی تحقیق

عرب کے محاورہ میں ولی جو اسم فاعل یا صفت مشبہ کا صیغہ ہے مختلف موقعوں پر مختلف
معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ دوست مددگار۔ نگہبان۔ کسی پر حکومت کرنے والا
نزدیک۔ مالک۔ بلا فصل کسی چیز کے بعد ہونے والا۔ بارش کے بعد بارش
اور کبھی حافظ النسب۔ آزاد کنندہ۔ غلام چچا زاد بھائی کے معنی میں بھی بولا جاتا
ہے اور حسب تصریح اہل لغت اس کا مصدر تین طرح آیا ہے ولی۔ ولایہ۔ ولایۃ

[1] ملاحظہ ہو اخبار اہل فقہ امرتسر جو خاص فرقہ حنفیہ کا ارگن ہے اور جس نے
اپنی پر زور تحریروں سے وہابیوں کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا۔ مگر افسوس کہ قوم کی ناقدری
سے کافی ترقی نہیں کرتا۔ پتہ: منیجر اہل فقہ امرتسر کافی ہے